مقالہ نمبر (۵)

ضعیف احادیث کا کلی انکار ایک فتنہ

(منکرین حدیث کا نیا روپ)

الحمدللہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین، اما بعد!

ضعیف حدیث کا مطلقاً انکار آج کے دور کا ایک بڑا فتنہ ہے اور منکرین حدیث کا نیا روپ بھی دور اوّل میں اس فتنے کا وجود نہ ہونے کے برابر تھا لیکن آج اس فتنے کو ہوا دینے والے جگہ جگہ موجود ہیں خصوصاً ناصر الدین البانی صاحب نے اس فتنہ کو ہوا دیکر شعلہ بنایا اور اس کی فکر سے متاثر ہو کر آج عام کر دیا گیا ہے ان متاثرین میں ماہنامہ ''الحدیث'' کے مدیر زبیر علی زئی صاحب نے اس فتنہ کو اور ہوا دی ''الحدیث'' کے آخری صفحہ پر مستقل یہ بات لکھی ہوتی ہے کہ ہمارا عزم ''ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب'' اور زبیر صاحب نے ناصر الدین البانی کی تقلید میں سنن اربعہ میں سے ضعیف روایات کو اکٹھا کر کے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام ہے ''انوار الصحیفہ فی الاحادیث الضعیفہ من السنن الأربعۃ'' پھر اس کی تقلید میں ماہنامہ ''ضرب حق'' کے مدیر سبطین شاہ آف سرگودھا نے بھی یہی عزم ظاہر کیا، چنانچہ ماہنامہ ضرب حق کے آخری صفحہ پر مستقل لکھا ہوتا ہے ''ضعیف احادیث سے قطعی اجتناب'' ان کے دیکھا دیکھی دیگر کئی لوگوں نے البانی سے متاثر ہو کر ضعیف احادیث کا مطلقاً انکار شروع کر دیا اور یوں یہ منکرین حدیث کا نیا روپ ہمارے سامنے آیا اور ان کا طریقہ واردات بالکل پرانے منکرین حدیث جیسا ہے کیونکہ وہ مطلقاً حدیث کا انکار کرتے تھے اور جب اپنی بات کا ثبوت دینا ہوتا تو اپنے مطلب کی روایات کو دلیل بنا کر پیش کر دیتے بالکل اسی طرح یہ گروہ بھی ضعیف احادیث کا کلی انکار بھی کرتا ہے اور اپنی بات کا ثبوت دینے کے لیے طرح طرح کے بہانے بنا کر ضعیف احادیث بھی پیش کرتا ہے حالانکہ یہ گروہ شروع ہی سے مختلف نام تبدیل کرتا رہا کبھی یہ سلفی بنا، تو کبھی توحیدی، کبھی وہابی، تو کبھی نام تبدیل کروا کر اہل حدیث، اور کبھی محمدی الغرض گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا یہ گروہ آج ایک نئے روپ میں لوگوں کے سامنے ظاہر ہو رہا ہے اور وہ ہے ضعیف احادیث سے کلی انکار کا روپ لوگوں کو یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ ضعیف روایات اور مردود و موضوع روایات میں کوئی فرق نہیں حالانکہ اہل سنت و جماعت کے سلف صالحین، محدثین و محققین کا یہ

طریقہ کار نہیں رہا ضعیف احادیث کا کلی انکار کرنا، انکار احادیث کا دروازہ کھولنا ہے اور منکرین احادیث کی کھلم کھلا حمایت کرنی ہے محدثین کرام رحمہم اللہ کا امت محمدیہ پر یہ احسان ہے کہ انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے ہر قول وفعل اور آپ ﷺ کی ہر ہر سنت کو پہلے اپنے سینوں میں محفوظ کیا پھر اس کو سفینہ میں درج کر کے تمام امت کے لیے شریعت پر عمل کرنے کا راستہ آسان کر دیا اس راہ میں انھوں نے جو جان فشانیاں اٹھائی ہیں اس کا اس زمانے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ایک ایک حدیث کے لیے راتوں اور دنوں کا سفر کیا خشکی کا سفر کیا بیابان کی خاک چھانی سمندروں کو پار کیا مال لٹایا، فاقہ کیا، تو کیا یہ لوگ حضور ﷺ کی غلط سلط باتوں کو جمع کرنے کے لیے یہ محنت ومشقت اٹھاتے تھے؟ یہ لوگ تو متقی، پرہیز گار، مؤحد، سچے عاشق رسول تھے اور ان کی محبت میں دیوانے تھے اخلاص کے پیکر تھے ان محدثین کے بارے میں یہ تصور بھی ہمارے لیے گناہ ہے کہ انھوں نے جان بوجھ کر حضور ﷺ کی طرف منسوب جھوٹی باتوں کو اپنی کتابوں میں درج کیا جبکہ انھی محدثین نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے ”جس نے میرے اوپر جان بوجھ کر جھوٹ گڑھا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے“ تو کیا امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداود، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ رحمہم اللہ اور ان جیسے دوسرے محدثین کے بارے میں یہ لب کشائی جائز ہے کہ انھوں نے حضور ﷺ کی طرف منسوب جو جھوٹی بات تھی اسی کو اپنی کتابوں میں درج کر کے اتنے بڑے گناہ کا کام کیا معاذ اللہ، یقینا نہیں حالانکہ انھی محدثین نے احادیث کے درجے قائم کیے لیکن ضعیف احادیث کا کلی انکار نہیں کیا سوائے ان نام نہاد سلفیوں اور البانیوں کے سلف صالحین محدثین کا ضعیف روایات کے بارے میں کیا منہج تھا آئندہ صفحات میں اسی کو واضح کیا جائے گا تاکہ آج کے اس فتنہ سے بچا جا سکے جو سلف کے نام پر دھبہ لگا رہے ہیں محدثین نے یہ درجے صرف حدیث کو سمجھنے کے لیے کیے اور جھوٹی روایات کو بالکل الگ کر دیا مگر آج کے یہ نااہل لوگ ضعیف روایات کو جھوٹی روایات کے ساتھ ملا رہے ہیں حالانکہ محدثین کے نزدیک احادیث کو قبول کرنے کا الگ الگ پیمانہ ہے جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں اگر کسی محدث کے نزدیک ایک روایت صحیح نہیں، تو دوسرے محدث کی شرط پر صحیح ہے تو کیا جس محدث کے نزدیک وہ حدیث صحیح نہیں، تو کیا وہ مردود ہے؟ بہر حال ہماری گزارش یہ ہے کہ ضعیف احادیث کا کلی انکار کرنا اور ان کو احادیث کی فہرست سے خارج کر دینا، اور ان کو مردود قرار دینا یہ اسلاف کی طرز اور ان کے عمل کے خلاف ہے یہ حدیث دوستی نہیں، حدیث دشمنی ہے یہ دین نہیں، بے دینی

ہے، یہ سلفیت نہیں، رافضیت ہے، یہ سنت نہیں، بدعت ہے، یہ راستہ مؤمنین کا نہیں بلکہ منکرین حدیث کا ہے یہ طریقہ محدثین کا نہیں، بلکہ آج کے نام نہاد سلفیوں اور البانیوں کا ہے اسلاف کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ضعیف احادیث کو قبول کرتے تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ اصول ہے کہ اگر کوئی راوی ظاہر العدالتہ ہے تو اس کی روایت قبول کی جائے گی خواہ اس سے روایت کرنے والے کئی ہوں یا ایک تو اس کی بنیاد قرآن کی یہ آیت ہے" اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو"

(پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات آیت ۶)

اس سے معلوم ہوا، کہ کوئی شخص فسق سے محفوظ ہو تو اس کی بات کو قبول کیا جائے گا یہیں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بہت سی وہ روایتیں جن پر محدثین ضعف کا حکم لگاتے ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں وہ صحیح ہیں اب نئے نام نہاد محققین دیگر محدثین کے فیصلہ کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل کو جانچنا شروع کر دیتے ہیں اور ان کو ان مسائل کے دلائل ضعیف نظر آتے ہیں حالانکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصول اور قاعدہ پر وہ احادیث اور دلائل قوی اور صحیح ہوتے ہیں راقم چونکہ جامع ترمذی کی شرح "الفیوض النبوی" کے نام سے لکھ رہا ہوں اس لئے جامع ترمذی ہی سے اس کی چند مثالیں دیتا ہوں کہ سلف صالحین کا ضعیف روایات پر عمل تھا

(۱) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ

"**قال سألت رسول الله** صلی اللہ علیہ وسلم **عن صيد البازي**؟ یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باز کے شکار کردہ جانور کے بارے میں پوچھا کہ اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں **فقال ما أمسك عليك فكل** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کچھ وہ تمہارے لیے پکڑ رکھے اسے کھالو" امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ہم بواسطہ مجالد عن الشعبی کی سند سے جانتے ہیں "**والعمل على هذا عند اهل العلم** "یعنی اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے (جامع ترمذی مترجم: ۱/ ۳۴۷ طبع فرید بکسٹال لاہور)

حالانکہ مجالد ضعیف راوی ہے جیسا کہ زبیر علی زئی صاحب (مدیر ماہنامہ الحدیث) نے بھی "انوار الصحیفہ صفحہ نمبر ۱۰۲ رقم ۲۸۲ "میں لکھا "**مجالد ضعيف، قال الهيثمي، وضعفه الجمهور**

مجمع الزوائد ۹/ ۴۱۶)

اس روایت پر اہل علم کا عمل ہے سے ثابت ہوا کہ اہل علم ضعیف روایتوں کو قبول کرتے اور اس کی بنیاد پر عمل

بھی کرتے تھے یہ اہل علم صحابہ وتابعین، محدثین وفقہاء ہیں

(۲) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں

"عن ابی واقد اللیثی۔قال قدم النّبی ﷺ المدینة وهم یجبون أسنمة الابل ویقطعون ألیات الغنم قال ماقطع من البهیمة وحیة فهو میتة"

ترجمہ: حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مدینہ تشریف لے آئے وہاں کے لوگ زندہ اونٹوں کے کوہان، زندہ دنبوں کی چکیاں کاٹتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا زندہ جانور سے جو حصہ کاٹا جائے وہ مردار ہے (جامع ترمذی: ۱/ ۷۳۹ مترجم طبع فرید بکسٹال لاہور)

اس سند میں عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار القرشی مولیٰ ابن عمر ہیں جن کے بارے میں ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب: ۱/ ۷۷ ۵ برقم ۳۹۲۷ میں فرماتے ہیں! صدوق یخطی اسی طرح تہذیب الکمال: ۱۷/ ۲۰۹ برقم ۳۸۶۶ میں ہے "**عن یحیی بن معین فی حدیثه عندی ضعف**" یحییٰ بن معین فرماتے ہیں اس حدیث میں ضعف ہے اسی میں ابو حاتم فرماتے ہیں "**ولا یحتج به**" اس سے حجت نہ پکڑی جائے اور ابن عدی فرماتے ہیں اس کی بعض روایتیں منکر ہیں ابن جوزی نے اسے "الضعفاء" صفحہ ۹۴ میں لکھا اسی طرح ابن حبان نے "المجروحین" ۲/ ۵۱، ۵۲ لکھا اب محدثین کی اصطلاح کے اعتبار سے یہ حدیث ضعیف ہے مگر امام ترمذی فرماتے ہیں "**والعمل علی هذا عند اهل العلم**" یعنی اہل علم (فقہاء ومحدثین) کا اسی پر عمل ہے (جامع ترمذی ۱:/ ۷۳۹)

(۳) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں

حضور ﷺ کا ارشاد ہے "**من ملك ذا رحم محرم فهو حر**"

یعنی جو شخص اپنے محرم رشتہ دار کی غلامی میں آجائے آزاد ہو جائے گا (جامع ترمذی ۱:/ ۶۸۵)

اب اس روایت کے بارے میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں "**وهو حدیث خطأ عند اهل الحدیث**" یعنی محدثین کے نزدیک اس روایت میں خطاء ہے

(دیکھئے جامع ترمذی: ۱/ ۶۸۵ باب ماجاء فی من ملک ذا محرم)

اسی روایت کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "**لا یصح**" یہ صحیح نہیں ہے امام بخاری کے استاد

علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ھو حدیث منکر'' یہ حدیث منکر ہے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''حدیث منکر'' یہ حدیث منکر ہے (التلخیص الحبیر: ۴/ ۵۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لیکن ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[**والذی ذھب الیہ أکثر اھل العلم من الصحابۃ والتابعین والیہ ذھب أبو حنیفۃ واصحابہ واحمد أن من ملك ذا رحم محرم عتق علیہ ذکرا أو انثی**] (النہایہ فی غریب الأثر: ۲/ ۵۰۴)

یعنی اس حدیث پر اکثر اہل علم صحابہ وتابعین کا عمل ہے اور اسی کے قائل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب ہیں اور یہی مذہب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے ان حضرات کے یہاں کوئی شخص اپنے کسی رشتہ دار محرم کا مالک ہو جاتا ہے تو وہ محرم آزاد ہو جائے گا خواہ وہ محرم مذکر ہو یا مؤنث، ذرا اندازہ لگائیں جو حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مدینی رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضعیف ہو مگر ان سے پہلے لوگوں جن میں صحابہ وتابعین وفقہاء ومحدثین کا اس حدیث پر عمل ہے یہ ہے سلف کا طریقہ ضعیف حدیث کے بارے میں جامع ترمذی کے حوالے سے ایک خاص بات یہ ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کسی حدیث کے باب میں اگر یہ فیصلہ کریں کہ یہ حدیث محدثین کے ہاں ضعیف ہے اور پھر یہ کہیں کہ اسی پر اہل علم کا عمل ہے تو گویا یہ امام ترمذی کی طرف سے اس حدیث کی تصحیح ہے یعنی امام ترمذی اصول محدثین پر اس کو ضعیف کہہ رہے ہیں ورنہ حقیقت کے اعتبار سے وہ حدیث انکے نزدیک پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ وتابعین اس پر عمل کیوں کرتے جس طرح امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ محدثین کی اصطلاح کے اعتبار سے ضعیف حدیث کو ذکر کرتے ہیں پھر یہ کہہ کر کہ اس پر اہل علم، صحابہ وتابعین، فقہاء ومحدثین کا عمل ہے اس حدیث کی صحت کا اشارہ کرتے ہیں اسی طرح امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی اپنی کتاب میں یہی طرز اختیار کرتے ہیں یعنی یہ حضرات عام طور پر انہی حدیثوں کو ذکر کرتے ہیں جس پر دور اول میں مسلمانوں کا عمل رہا ہو ان کتابوں میں گنتی کی چند ہی روایتیں ایسی ہوں گی جو سنداً ضعیف ہوں مگر ان پر عمل کرنا جائز نہ ہو ابن ماجہ میں کچھ ایسی روایتیں ضرور ہیں جن پر محدثین نے شدید جرح کی ہے امام ابو داؤد اپنی کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں ''**وأما ھذہ المسائل مسائل الثوری ومالك والشافعی فھذہ الأحادیث أصولھا**''

ترجمہ: اور امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے جو مسائل ہیں تو یہ احادیث اس کی

اصل ہیں (رسالہ أبی داوٗد: صفحہ ۲۸ طبع بیروت)

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میری کتاب میں جو حدیثیں ہیں عام طور پر ان ائمہ کرام کے مذاہب کی بنیاد انہیں احادیث پر ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر چہ سنن ابوداود کی کچھ حدیثیں اصول محدثین کے مطابق ضعیف بھی ہوں تو ان ائمہ کرام نے ان احادیث پر اپنے قول اور اپنے فقہ کی بنیاد رکھی ہے یعنی یہ تمام احادیث ان ائمہ کرام کے یہاں معمول بہا ہیں جب ان ائمہ کرام نے ان کو احکام میں قبول کیا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ان ائمہ کرام کے نزدیک فی الاصل یہ احادیث ضعیف ان معنی میں نہیں ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث نہیں ہیں بلکہ محض اصول محدثین پر ضعیف ہیں جو احادیث محدثین کے اصول پر ضعیف ہوں ان کا ترک کرنا کسی امام کے ہاں ضروری نہیں لیکن یہ کہ ان ائمہ کرام کو خود اس کا ضعف اتنا واضح ہو کہ اس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرنا درست نہ ہو امام ابوداود اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں

”والأحاديث التي وضعتها في كتاب السنن اكثرها مشاهير“

ترجمہ: میں نے اپنی سنن کی کتاب میں جو احادیث داخل کی ہیں ان میں اکثر مشہور ہیں

(رسالہ ابی داود: صفحہ ۲۹)

یہاں مشہور سے مراد یہ ہے کہ ان پر ائمہ فقہاء کا عمل ہے اگر چہ وہ اصطلاحًا ضعیف ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں ”کہ امام ابوداود نے جن احادیث کو ذکر کر کے ان پر سکوت اختیار کیا ہے وہ چار قسم ہیں:

۱) بعض وہ جو بخاری ومسلم کی شرط پر ہیں یا ان میں موجود ہیں

۲) بعض وہ جو حسن لذاتہ کی قبیل سے ہیں

۳) بعض وہ جو حسن لغیرہ ہیں اور یہ دونوں زیادہ ہیں

۴) بعض وہ جو ضعیف ہیں پھر فرماتے ہیں

”وكل هذا الأقسام عنده تصلح للاحتجاج بها“

ترجمہ: اور یہ تمام قسمیں (امام ابوداود) کے نزدیک قابل احتجاج ہیں

(النکت علی کتاب ابن الصلاح: ۱/ ۴۳۵)

ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ محدثین کے نزدیک ضعیف حدیث سے حجت پکڑی جاتی تھی اسی

وجہ سے ان محدثین نے ضعیف احادیث کو اپنی کتابوں میں داخل کیا مگر آج ان ضعیف احادیث کو ان البانیوں اور اصل میں منکرین حدیثوں نے ان احادیث کو ترک کروا رکھا ہے جو سلف کا طریقہ نہیں بلکہ نئی بدعت ہے یہ دراصل خود بدعتی ہیں مگر دوسروں کو بدعتی بدعتی کہتے تھکتے نہیں خوب جان لو کہ مطلقاً کلی طور پر ضعیف حدیث کا انکار دورجدید کا فتنہ ہے

محدث شام شیخ عبدالفتاح ابوغدۃ فرماتے ہیں

''محدثین، ائمہ متقدمین اپنی کتابوں میں ضعیف احادیث بھی ذکر کیا کرتے تھے تا کہ ان پر بھی عمل ہوجائے اور ان سے مسائل شرعیہ میں دلیل پکڑی جائے ضعیف احادیث سے ان کو پرہیز نہ تھا اور نہ وہ ان احادیث ضعیفہ کو منکر اور پس پشت ڈالنے والی بات کرتے تھے جیسا کہ آج بعض مدعیوں کا دعوٰی ہے''

(ظفر الامانی صفحہ ۱۷۶)

ابن عبدالبر، کتاب ''التمہید'' ۱/ ۵۸ میں فرماتے ہیں ''ورب حدیث ضعیف الاسناد صحیح المعنی'' یعنی بہت ساری احادیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہوتی ہیں مگر معنی کے اعتبار سے صحیح ہوتی ہیں''

حدیث کا معنی ہی تو اصل ہے سند تو محض حدیث تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اگر ذریعہ خراب ہے اور اصل صحیح ہے تو اصل کو اختیار میں کون سی چیز مانع ہے اور محض ذریعہ کی خرابی کی وجہ سے اصل ہی کو چھوڑ دیا جائے اور اس کا انکار کیا جائے یہ کون سی عقلمندی ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا محدث ان نام نہاد سلفیوں اور البانیوں کے نزدیک اور کوئی نہیں آئیے ذرا ان کی کتب میں ضعیف احادیث کی کیا حیثیت ہے دیکھتے ہیں صحیح بخاری کے سوا باقی ساری کتب ضعیف احادیث سے بھری پڑی ہیں اور اس سے تو ان کو بھی انکار نہیں، یہاں تک کہ ''ادب المفرد'' کے دو حصے کر دیئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو صحیح بخاری میں بھی ضعیف راویوں سے روایتیں ہیں کچھ تعلیقاً، فضائل اور ترغیب وترہیب کے باب میں اس کی مثال حاضر ہے

(۱) ایک راوی ہے، اسید بن زید بن الجمال، جس سے امام بخاری نے ''صحیح بخاری باب یدخل الجنۃ سبعون الفا بغیر حساب برقم ۶۵۴۱ مطبوعہ قاہرہ'' میں ایک روایت لی ہے یہ راوی ضعیف ہے:

۱) امام نسائی فرماتے ہیں متروک الحدیث (کتاب الضعفاء والمتروکین: برقم ۵۴)

۲) امام ذہبی نے مغنی فی الضعفاء: ۱/ ۹۰ برقم ۷۴۷ میں بحوالہ یحیٰی بن معین کذاب اور متروک لکھا

۳)امام دارقطنی نے ضعفاء میں شمار کیا (کتاب الضعفاء والمتروکین:ص ۶ رقم ۱۱۴)

۴)علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں ''کذاب، دارقطنی نے اسے ضعیف قرار دیا

(تہذیب التہذیب ۱:/ ۳۰۱ برقم ۶۲۸)

۵)ابن شاہین نے کذاب لکھا (تاریخ أسماء الضعفاء والکذابین ابن شاہین ۱:/ ۴۷ برقم ۳)

۶)ابن حبان نے مجروحین:۱/ ۱۸۰ میں لکھا

۷)یحییٰ بن معین نے کذاب کہا (تاریخ ابن معین روایتہ الدوری:برقم ۱۹۱۴)

۸)ابن ابی حاتم رازی نے کذاب لکھا (الجرح والتعدیل:۲/ ۳۱۸ برقم ۱۲۰۴)

۹)امام ابن جوزی نے ''الضعفاء والمتروکین:۱/ ۱۲۴ برقم ۴۳۲ کے تحت کذاب، متروک لکھا

۱۰)امام عقیلی نے بھی ''الضعفاء للعقیلی:۱/ ۲۸ میں کذاب لکھا

۱۱)ابن عدی نے ''الکامل فی الضعفاء:۱/ ۴۰۰ کذاب، متروک لکھا

۱۲)سوالات لابن الجنید لأبی زکریا یحییٰ بن معین:۱/ ۲۹۲ برقم ۷۹ ''کذاب''لکھا

اب اتنا سخت ضعیف راوی ہے لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ''صحیح بخاری'' میں اس سے روایت لے رہے ہیں اب ذرا سنیے غیر مقلدین کی بھی لکھتے ہیں

''بفرض تسلیم اگر یہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ معترض نے لکھا ہے تو ہم کو مضر نہیں اس لئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جس حدیث کو اسید بن زید سے روایت کیا ہے وہ بطور متابعت کے ہے''

(دفاع صحیح بخاری:صفحہ ۴۵۲ مطبوعہ گوجرانوالہ)

آخر متابعت میں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضعیف راوی کو اہمیت دی یہی ہم بھی سمجھا رہے ہیں کہ ضعیف روایات کو متقدمین نے یکسر چھوڑ نہیں دیا تھا جیسا کہ آج کل کے جاہل لوگوں کا وطیرہ بن چکا ہے ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''صحیح بخاری:۱/ ۹۹ میں، باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب'' قائم کیا پھر فرماتے ہیں!

''ویذکر عن سلمة بن اکوع انّ النبی ﷺ قال یزرہ ولو بشوکة فی اسنادہ نظر''

یعنی سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی جاتی ہے کہ نبی ﷺ بٹن لگایا کرتے تھے، اگر چہ کانٹا ہی کیوں نہ ہو اور

اس کی سند میں نظر ہے امام بخاری کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے مگر استدلال فرما رہے ہیں طوالت کے خوف اتنا ہی کافی ہے ورنہ صحیح بخاری میں بھی فضائل، مناقب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف راویوں کی روایتوں سے استدلال فرمایا ہے معلوم ہوا کہ متقدمین ضعیف روایتوں سے استدلال فرماتے تھے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اصطلاحًا روایت ضعیف ہوتی ہے اور اس کا مضمون خلاف قیاس ہوتا ہے تو ایسی صورت میں تمام فقہاء خصوصًا ائمہ اربعہ قیاس کے مقابلے میں اس ضعیف روایت پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ ابن قیم صاحب نے اعلام الموقعین: ۱/ ۲۵ میں لکھا ہے اب ان نئے منکرین حدیث نے کہا کہ یہ ضعیف حدیث ہے لہٰذا اس کو چھوڑ دینا چاہیے اور چھوڑ دیا اور اپنے قیاس پر عمل کرلیا اور اس کا نام اہل حدیث رکھ لیا اب ان منکرین حدیث کا دوسرا روپ بھی دیکھئے کہ جب اپنے مطلب کی روایت ہو خواہ وہ ضعیف ہو، اس کو راجح کہہ کر قبول کر لیتے ہیں اور دنیا میں ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ ہم صحیح و حسن احادیث پر عامل ہیں ان لوگوں کا ضعیف احادیث پر عمل دیکھئے

(۱) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے "جامع ترمذی" میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول نقل کیا "جو شخص وضو کرتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا، اس کا وضو نہیں" (جامع ترمذی: ۱/ ۹۰ مترجم) یہ روایت ضعیف ہے اس بارے میں جتنی روایتیں ہیں وہ بھی سب ضعیف ہیں، جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے "بلوغ المرام: صفحہ ۱۱، امام زیلعی نے، نصب الرایہ: ۱/ ۴، حافظ ابن رشد نے، بدایۃ المجتہد: ۱/ ۱۷، اور عبدالرحمن مبارک پوری غیر مقلد نے، تحفۃ الاحوذی: ۱/ ۳۵ میں لکھا" مگر اس کے باوجود غیر مقلدین نے مولانا عبدالرحمن مبارک پوری کا یہ فیصلہ آنکھیں بند کر کے قبول کر لیا "**لا شك فی ان هذا الحدیث نص علی ان التسمیة رکن للوضوء**" یعنی اس میں کوئی شک نہیں، کہ یہ حدیث نص ہے کہ بسم اللہ پڑھنا، وضو کا رکن ہے (تحفۃ الاحوذی: ۱/ ۳۸)

اب اس حدیث کو قبول کرتے ہوئے غیر مقلدین نے بسم اللہ پڑھنے کو وضو کا فرض مانا ہے حالانکہ ان کے اصول کے مطابق فرض تو دور کی بات، اس روایت پر ان کے ہاں عمل کرنا ہی جائز نہیں ہونا چاہیے مگر کیا کیا جائے، ہے جو اپنے مطلب کی روایت۔

(۲) غیر مقلدین اونچی آواز میں آمین کہنے کے بارے میں اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب "غیر المغضوب علیهم ولا الضالین" پڑھتے تو آمین بھی اتنے زور سے کہتے کہ پہلی صف والے سنتے اور مسجد گونج اٹھتی" یہ روایت سنن ابن

ماجہ: ۱/ ۲۷۸ برقم ۸۵۳ ہے اس کو ناصر الدین البانی نے ضعیف کہا ہے اس کا ایک راوی بشر بن رافع پر امام بخاری، امام احمد، امام یحییٰ بن معین، امام نسائی اور دیگر محدثین نے سخت جرحیں کی ہیں اور جمہور کے نزدیک یہ راوی ضعیف ہے مگر غیر مقلدین کے عوام اور انکے محدثین و محققین نے اس ضعیف حدیث کو قبول کیا ہے کیونکہ اپنے مطلب کی ہے

(۳) غیر مقلدین ظہر کی نماز سارا سال اول وقت میں پڑھتے ہیں جامع ترمذی: ۱/ ۲۹۲ برقم ۱۵۵، میں ایک روایت ہے یہ ضعیف روایت ہے اس کو ناصر الدین البانی نے بھی ضعیف کہا ہے اس کی سند میں ایک راوی حکیم بن جبیر ہے محدثین نے اس پر سخت کلام کیا ہے امام احمد، امام بخاری، امام نسائی، امام دارقطنی، امام شعبہ، ابن مہدی، امام جوزجانی نے ضعیف، متروک الحدیث، کذاب وغیرہ قرار دیا ہے دیکھئے میزان الاعتدال: ۱/ ۵۸۴ برقم ۲۲۱۵ مگر ان سخت جرحوں کے باوجود بھی غیر مقلدین کا اس روایت پر عمل و فتویٰ ہے کیونکہ اپنے مطلب کی ہے لہٰذا ان تمام دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ احادیث ضعیف کا مطلقاً انکار کرنا، انکار حدیث ہے اور سلف صالحین، متقدمین و متاخرین محدثین، مفسرین، فقہاء کرام اور علماء اہل سنت کا یہ طریقہ نہیں تھا جو آج بزعم خود اہل حدیث کہلوانے والوں کا ہے ان کا یہ طریقہ کہ مطلق ضعیف احادیث کا انکار، دراصل منکرین حدیث کا نیا روپ ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے: آمین

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم